علم تفسیر کی ضرورت واہمیت

ترتیب وپیشکش: حافظ عتیق الرحمان گورچانی (متعلم، پی ایچ ڈی اسلامیات)

مدیر جامعہ اصحاب صفہ ڈیرہ غازی خان-03135265617

تفسیر وتاویل کا مفہوم تفسیر کے معنی ہیں: فسر یفسر تفسیراً "کسی چیز کا کھولنا، ظاہر کرنا، بیان کرنا۔" اور اہل علم کی اصطلاح میں تفسیر قرآن کے معنی ہیں: "قرآن کریم کے معانی کو بیان کرنا اور مرادِ خداوندی کی تعیین کرنا۔" تاویل کے معنی ہیں: "پھیرنا، لوٹانا"

اصطلاح میں تاویل سے مراد ہے: "قرآن کریم کے الفاظ اور جملوں کو ان کی اصل مراد کی طرف لوٹانا۔" تفسیر وتاویل کے الفاظ عموماً ہم معنی استعمال کیے جاتے ہیں۔

امام بدرالدین زرکشی نے علم تفسیر کی تعریف میں کہا ہے کہ اس کتاب کا فہم حاصل کرنا جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی، اور اس میں بیان کردہ احکامات وانکی حکمتوں کی پہچان حاصل کرنا۔

تفسیر وتاویل میں فرق: تفسیر کا لفظ زیادہ تر مفرد الفاظ کی تشریح کے لیے استعمال ہوتا ہے اور تاویل کا لفظ جملوں کا مفہوم بیان کرنے کے لیے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ: جس فقرے کا مفہوم قطعی طور پر متعین ہو اور اس میں کسی دوسرے مفہوم کی گنجائش نہ ہو ایسے مفہوم کو بیان کرنا تفسیر کہلاتا ہے اور جہاں متعدد معانی کا احتمال ہو وہاں غور وفکر کے بعد ایک پہلو کو متعین کرنے کا نام "تاویل" ہے اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ: جو مفہوم منقول ہو اس کا نام تفسیر ہے اور جو اجتہاد واستنباط سے تعلق رکھتا ہو اسے تاویل کہا جائے گا۔ (الاتقان، نوع:۷۷)

خلاصہ کلام: "علم تفسیر اس علم کو کہتے ہیں جس میں قرآن کریم کے معنی بیان کیے جائیں اور اس کے احکام اور حکمتوں کو کھول کر واضح کیا جائے۔" (معارف القرآن، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی، جلد اول، ص:۴۹)

قرآن کریم کی تفسیر وتشریح ایک کٹھن کام اور نہایت نازک ترین ذمہ داری ہے، اس لیے کہ قرآن کریم حق تعالیٰ شانہٗ کا مقدس کلام ہے اور قرآن کریم کی تفسیر درحقیقت حق تعالیٰ شانہٗ کی ترجمانی کا نام ہے، جب ہم قرآن کریم کے کسی لفظ، کسی جملے یا کسی آیت کی تفسیر بیان کرتے ہیں تو گویا ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی یہی مراد ہے، اس طرح اپنے بیان کیے ہوئے مفہوم کو حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف منسوب کرتے ہیں، ظاہر ہے کہ اس سلسلہ میں ذراسی لغزش اور سہل انگاری افتراء علی اللہ کا موجب ہوسکتی ہے، افتراء علی اللہ نہایت سنگین جرم ہے، حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے: "وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللّٰہِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِاٰيَاتِہٖ، إِنَّہٗ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ۔" ترجمہ: "اور اس سے زیادہ کون بے انصاف ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھوٹا بتلادے، ایسے بے انصافوں کی رستگاری نہ ہوگی۔" (ترجمہ حکیم الامت تھانویؒ)

قرآن کریم کی تفسیر اپنے اندر نزاکت کا ایک اور پہلو بھی رکھتی ہے اور وہ یہ کہ قرآن کریم ہی سے شاہراہِ انسانیت کی نشاندہی ہوتی ہے، اسی سے عقائد وعبادات کی مشکلیں متعین ہوتی ہیں، اسی سے معاملات ومعاشرت کی تشکیل ہوتی ہے، اسی سے حق تعالیٰ شانہٗ کی پسند وناپسند، جائز وناجائز اور حلال وحرام کی حد بندی ہوتی ہے، اسی سے اخلاقی قدریں وجود پذیر ہوتی ہیں، اسی سے انسانیت وعبدیت کے پیمانے ڈھلتے

ہیں، اسی سے اسلام کا عالم گیر قانون وجود میں آتا ہے، الغرض دین و مذہب، عقائد و اعمال، اخلاق و معاشرت، سیاست و تمدن اور عدل و انصاف کے قانونی، اخلاقی اور انسانی پہلوؤں کا مدار قرآن کریم ہے اور ظاہر ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر و تشریح میں ذرا سی بے احتیاطی بھی کتنے ہولناک مفاسد کا سبب بن سکتی ہے؟ اور ایسے بے احتیاط مفسر اور اس پر اعتماد کرنے والے کے حق میں شدید خطرہ ہے کہ یہ کتابِ ہدایت ''یَہْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا'' کے بجائے ''یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا'' کا منظر پیش کرے۔

تفسیر قرآن میں سلف صالحین کی احتیاط وَرزی تفسیر قرآن کی اسی عظمت و نزاکت کے پیش نظر بہت سے سلف صالحین صحابہؓ و تابعینؒ تفسیر کے باب میں لب کشائی سے گریز کرتے تھے، چنانچہ جماعتِ صحابہؓ کے گل سر سبد اور انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد انسانیت کے سب سے افضل ترین شخص حضرت ابو بکر صدیقؓ ہیں، ان کے بارے میں منقول ہے کہ ان سے قرآن کریم کے کسی لفظ کے معنی دریافت کیے گئے تو فرمایا: ''أی أرض تقلّنی وأی سماء تظلنی إذا قلتُ فی کتاب اللّٰہ مالا أعلم'' (تفسیر ابن کثیر، ج:۱، ص:۵) اور سید التابعین حضرت سعید بن مسیّبؒ کے بارے میں منقول ہے کہ جب ان سے قرآن کریم کی کسی آیت کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا جاتا تو فرماتے: ''إنا لا نقول فی القرآن شیئًا۔'' (تفسیر ابن کثیر، ج:۱، ص:۶) یعنی ''ہم قرآن کریم کی تفسیر میں کچھ نہیں کہا کرتے تھے۔'' یحییٰ بن سعیدؒ کہتے ہیں کہ حضرت سعید بن مسیّبؒ قرآن کریم کی صرف انہی آیات میں لب کشائی کرتے تھے جن کا مفہوم قطعی طور پر معلوم ہوتا تھا۔ یزید بن ابی یزیدؒ کہتے ہیں کہ جب سعید بن مسیّبؒ سے حلال و حرام اور جائز و ناجائز کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو معلوم ہوتا کہ یہ دنیا کے سب سے بڑے عالم ہیں، لیکن جب ہم ان سے قرآن کریم کی کسی آیت کے بارے میں سوال کرتے تو ایسے خاموش ہو جاتے گویا انہوں نے سنا ہی نہیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ ''اعلم الصحابہؓ'' ہیں اور حضرت سعید بن مسیبؒ ''اعلم التابعین'' ہیں، لیکن علم و فضل، دانش و بصیرت، تقویٰ و طہارت اور نورِ قلب میں بلند مرتبہ پر فائز ہونے کے باوجود وہ قرآن کریم میں لب کشائی سے گریز کرتے ہیں، کیونکہ وہ اس کی نزاکت سے باخبر ہیں اور جانتے ہیں کہ تفسیر میں معمولی بے احتیاطی کا وبال کتنا سنگین ہے۔ شرائطِ مفسر قرآن کریم کی تفسیر کے لیے کسی لیاقت درکار ہے۔

مفسر قرآن کے اوصاف: مفسر قرآن میں کن اوصاف و شرائط کا پایا جانا ضروری ہے؟ علمائے امت نے اس پر تفصیل سے گفتگو فرمائی ہے، حافظ جلال الدین سیوطیؒ (متوفی: ۹۱۱ھ) نے ''الاتقان'' کی ۷۸ ویں نوع میں اس کا خلاصہ درج کر دیا ہے۔ امام سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ: بعض اہل علم تو اس کے قائل ہیں کہ کسی شخص کے لیے خواہ وہ کیسا عالم و فاضل ہو قرآن کریم کی تفسیر جائز ہی نہیں، بلکہ جو کچھ آنحضرتؐ سے منقول ہے اسی پر بس کرنا ضروری ہے۔ (مگر یہ قول عامہ علماء کے نزدیک صحیح نہیں، ناقل) اور علماء کی ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ جو شخص ان علوم میں مہارت رکھتا ہو، جو تفسیر کے لیے ضروری ہیں اس کے لیے قرآن کریم کی تفسیر جائز ہے اور یہ مندرجہ ذیل پندرہ علوم ہیں:

۱:۔۔۔۔۔علم لغت، ۲:۔۔۔۔۔علم صرف، ۳:۔۔۔۔۔علم نحو، ۴:۔۔۔۔۔علم اشتقاق، ۵:۔۔۔۔۔علم معانی، ۶:۔۔۔۔۔علم بیان، ۷:۔۔۔۔۔علم بدیع، ۸:۔۔۔۔۔علم قراء ات، ۹:۔۔۔۔۔علم اصول الدین، ۱۰:۔۔۔۔۔علم اصول فقہ، ۱۱:۔۔۔۔۔علم اسباب النزول، ۱۲:۔۔۔۔۔علم ناسخ و منسوخ، ۱۳:۔۔۔۔۔علم فقہ، ۱۴:۔۔۔۔۔علم حدیث، ۱۵:۔۔۔۔۔نورِ بصیرت اور وہبی علم۔

شرائط مفسر: تفسیر کے مآخذ میں سب سے **پہلا مأخذ قرآن کریم** ہے، اس لیے مفسر کا فرض ہے کہ وہ کسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اس کے سیاق و سباق کے ساتھ ساتھ اس مضمون کی دوسری آیات کو بھی پیش نظر رکھے، کیونکہ قرآن کریم میں ایک ہی مضمون کو مختلف انداز

وعنوان سے بیان کیا جاتا ہے، ایک مضمون ایک جگہ مجمل ہو گا تو دوسری جگہ مفصل، ایک جگہ مختصر ہو گا تو دوسری جگہ مطوّل، ایک جگہ مطلق ہو گا تو دوسری جگہ مقیّد، پس قرآن کریم کی کسی آیت سے ایسا مفہوم کشید کرنا جائز نہیں ہو گا، جو خود قرآن کریم کی آیات بینات کے خلاف ہو۔

دوسرا ماخذ احادیث رسولؐ: اسی طرح مفسر قرآن کا یہ بھی فرض ہے کہ کسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اس ضمن میں آنحضرتؐ کے قول وفعل، ہدی وسیرت اور آپؐ کی سنت وطریقہ کو پیش نظر رکھے اور تفسیر قرآن میں کوئی ایسی بات نہ کہے جو آنحضرتؐ کی سنت ثابتہ کے خلاف ہو، کیونکہ حق تعالیٰ شانہٗ نے جس طرح قرآن کریم کے الفاظ آپؐ پر نازل فرمائے ہیں، اسی طرح اس کی تشریح وتوضیح کا بھی خود ذمہ لیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے: ”ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ“ (القیامۃ) ”پھر اس کا بیان کرادینا بھی ہمارے ذمہ ہے۔“ (ترجمہ حضرت تھانویؒ) اس آیت کریمہ سے واضح ہے کہ آنحضرتؐ کو قرآن کریم کی مراد (بیان) بھی حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے بتائی جاتی تھی، اس لیے قرآن کریم کے شارح ومفسر خود حق تعالیٰ شانہٗ ہیں اور چونکہ آنحضرتؐ نے وحی جلی وخفی اور نورِ نبوت کے ذریعہ قرآن کریم کو سمجھا تھا، اسی لیے آپ قرآن کریم کی تشریح وتفسیر میں بھی تلمیذ الرحمن تھے اور امت کو قرآن کریم کے مفہوم ومقصود سے آگاہ کرنا بھی آپ کے فرائض میں شامل تھا، چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے: ”وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَیْہِمْ وَلَعَلَّہُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ“ (النحل:۴۴) ترجمہ: ”اور آپ پر بھی یہ قرآن اتارا ہے، تاکہ جو جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے ان کو آپ ان پر ظاہر کردیں اور تاکہ وہ فکر کیا کریں۔“ (ترجمہ حضرت تھانویؒ) دوسری جگہ ارشاد ہے: ”وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَہُمُ الَّذِیْ اخْتَلَفُوْا فِیْہِ وَھُدًی وَّرَحْمَۃً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۔“ (النحل:۶۴) ترجمہ: ”اور ہم نے آپ پر یہ کتاب صرف اس واسطے نازل کی ہے کہ جن امور میں لوگ اختلاف کررہے ہیں آپ لوگوں پر اس کو ظاہر فرمادیں اور ایمان والوں کی ہدایت اور رحمت کی غرض سے۔“ (ترجمہ حضرت تھانویؒ) ایک اور جگہ ارشاد ہے: ”اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَا اَرَاکَ اللّٰہُ۔“ (النسائ:۱۰۵) ترجمہ: ”بے شک ہم نے آپ کے پاس یہ نوشتہ بھیجا ہے واقع کے موافق، تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس کے موافق فیصلہ کریں جو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلادیا ہے۔“ (ترجمہ حضرت تھانویؒ) پس امت کے لیے قرآن کریم کے سب سے پہلے شارح ومفسر خود آنحضرتؐ تھے اور آنحضرتؐ کے تمام اقوال وافعال، احکام وفرامین اور آپؐ کی سیرت وسنت قرآن حکیم ہی کی شرح وتفصیل ہے، اسی حقیقت کو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ بنت صدیق r نے ان الفاظ میں بیان فرمایا: ”کان خلقہ القرآن۔“ (صحیح مسلم، ج:۱، ص:۲۵۶) ۔۔۔۔ترجمہ: ”آپؐ کا اخلاق قرآن تھا۔“ مطلب یہ کہ آپؐ کے اخلاق وعادات، طور وطریق اور سیرت وکردار سب قرآن کریم کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے اور آپؐ جو کچھ بھی فرماتے یا کرتے تھے وہ سب قرآن کریم ہی کی تعلیم تھی، اس لیے آپؐ کا ہر حکم قرآن کریم کا شارح تھا، اسی کو امام شافعیؒ نے ذرا کھول کر یوں بیان فرمایا: ”رسول اللہؐ نے جو فیصلے بھی فرمائے وہ آپؐ نے قرآن کریم ہی سے سمجھے تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہم آپ کے پاس یہ نوشتہ بھیجا ہے واقع کے موافق، تاکہ آپ ان لوگوں کے درمیان اس کے موافق فیصلہ کریں، جو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلادیا ہے۔“ (الاتقان فی علوم القرآن، ج:۲، ص:۱۷۶) ہمارے شیخ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے شیخ امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ کا ارشاد نقل کیا ہے: ”اگر نورِ نصیرت کے ساتھ احادیث شریفہ پر غور کیا جائے تو نظر آئے گا کہ بہت سی احادیث قرآن کریم کے چشمہ صافی سے نکلی ہیں، یہاں تک کہ بہت سی احادیث شریفہ میں قرآن کریم کی تعبیرات کی طرف لطیف اشارات پائے جاتے ہیں۔“ (یتیمۃ البیان، ص:۲۸) قرآن کریم کی تشریح وتفسیر کے لیے قرآن کریم کے شارح

اول حضرت محمد رسول اللہ ؐ کی تشریح و تبیین کس قدر ناگزیر ہے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل مثالوں سے ہو گا: ۱:۔۔۔۔۔ قرآن کریم میں بار بار ’’اقامتِ صلوٰۃ‘‘ کا حکم دیا گیا ہے، کس وقت کی نماز کی کتنی رکعات ہیں؟ نماز کے شرائط وارکان کیا ہیں؟ نماز کہاں سے شروع ہو کر کہاں ختم ہوتی ہے؟ وغیرہ وغیرہ بیسیوں سوالات ایسے ہیں جن کی تشریح آنحضرتؐ نے اپنے قول و فعل سے فرمائی ہے اور ان تشریحات نبوی کے بغیر کسی شخص کے لیے یہ ممکن نہیں کہ قرآن کریم کے حکم ’’اقامتِ صلوٰۃ‘‘ کا مفہوم متعیّن کر سکے۔ ۲:۔۔۔۔۔ قرآن کریم میں بہت سی جگہ زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، لیکن زکوٰۃ کس مال پر فرض ہے؟ کس پر نہیں؟ زکوٰۃ کا نصاب کیا ہے؟ زکوٰۃ کی کتنی مقدار فرض ہے؟ یہ اور اس قسم کے تمام امور آنحضرتؐ کی تشریح سے امت کو معلوم ہوئے ہیں، ورنہ کوئی شخص مرادِ خداوندی کو دریافت نہیں کر سکتا تھا۔ ۳:۔۔۔۔۔ قرآن کریم میں حج بیت اللہ کا حکم دیا گیا ہے، لیکن حج کا طریقہ کیا ہے؟ اور اس کے ارکان ولوازمات کیا ہیں؟ ان تمام امور کی تفصیل آنحضرتؐ کی قولی و عملی تشریح سے معلوم ہوئی، اس کے بغیر کوئی شخص ’’قرآنی حج‘‘ کا طریقہ کار متعیّن نہیں کر سکتا تھا۔ یہ چند مثالیں اسلام کے اہم ترین ارکان کی عرض کی گئی ہیں، جن سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم کی مراد آنحضرتؐ کے قول و فعل اور ہدی و سیرت میں متشکل ہو کر سامنے آتی ہے۔

تیسرا ماخذ اقوال صحابہ: مفسر کے لیے یہ بھی لازم ہے کہ تفسیر میں آنحضرتؐ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے انوار سے روشنی حاصل کرے اور کسی آیت کی ایسی تفسیر نہ کرے جو حضرات صحابہؓ کی تفسیر کے خلاف ہو، کیونکہ صحابہ کرامؓ مدرسہ ٔنبوت کے بلاواسطہ شاگرد ہیں اور حق تعالیٰ شانہ ٗ کی جانب سے آنحضرتؐ ایسے معلم انسانیت کو ان کا معلم و مرشد اور ہادی بنایا گیا، جیسا کہ متعدد مقامات پر فرمایا ہے: ’’وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ‘‘ ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ کی تعلیم کتاب و حکمت کے بعد قرآن فہمی میں صحابہ کرامؓ کا ہمسر کون ہو سکتا ہے؟ پھر صحابہ کرامؓ نزولِ وحی اور اس کی عملی تشکیل کے عینی شاہد ہیں، سیوطیؒ نے الاتقان میں امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ ٗ کا ارشاد نقل کیا ہے: ’’اللہ کی قسم! جو آیت بھی نازل ہوئی اس کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ کس بارے میں نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی؟ میرے رب نے مجھے بہت سمجھنے والا دل اور بہت پوچھنے والی زبان عطا فرمائی ہے۔‘‘ (الاتقان، نوع:۸۰) ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپؓ نے بر سر منبر فرمایا: ’’مجھ سے سوال کرو، پس اللہ کی قسم! مجھ سے جو بات بھی پوچھو گے اس کا جواب دوں گا اور مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں پوچھو، پس اللہ کی قسم! قرآن کریم کی کوئی آیت ایسی نہیں جس کے بارے میں مجھے یہ علم نہ ہو کہ وہ رات کے وقت اتری تھی یا دن کے وقت، میدان میں اتری تھی یا پہاڑ پر۔‘‘ اسی طرح فقیہ الامت حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا ارشاد نقل کیا ہے: اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں، کتاب اللہ کی جو آیت بھی نازل ہوئی اس کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ کس کے حق میں نازل ہوئی؟ اور کہاں نازل ہوئی؟ اور اگر مجھے معلوم ہو کہ کوئی شخص کتاب اللہ کا مجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے اور اس تک پہنچنا ممکن ہو تو میں ضرور اس کی خدمت میں حاضر ہوتا۔‘‘ پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ایسی محنت وجانفشانی سے فہم قرآن میں مہارت حاصل کی تھی کہ کوئی دوسرا شخص اس کا تصوّر بھی نہیں کر سکتا، اس سلسلہ میں صحابہ کرامؓ کے بہت سے عجیب و غریب واقعات نقل کیے گئے ہیں، ان تمام واقعات کو نقل کرنا موجب طوالت ہو گا، یہاں حضرت ابوعبد الرحمن اسلمیؒ کا صرف ایک فقرہ نقل کر دینا کافی ہو گا، وہ فرماتے ہیں: ’’جو حضرات ہمیں قرآن پڑھاتے تھے جیسے حضرت عثمانؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور دیگر حضراتs ، انہوں نے ہمیں بتایا کہ وہ جب آنحضرتؐ سے دس آیتیں سیکھ لیتے تھے تو آگے نہیں پڑھتے

تھے، یہاں تک کہ ان آیات میں جو کچھ علم و عمل ہے اس کا علم حاصل نہ کرلیں، وہ فرماتے تھے کہ ہم نے قرآن کریم، علم اور عمل تینوں کو اکٹھے سیکھا تھا، اسی بنا پر وہ مدت تک ایک سورت کے حفظ میں مشغول رہتے تھے۔" (الاتقان، نوع:۷۸) الغرض تفسیر نبوی کے بعد صحابہ کرامؓ کی تفسیر سب سے مقدم ہے اور حقیقت میں وہ بھی آنحضرتؐ ہی کی تعلیم کا ثمرہ ہے، اس لیے ایک مفسر کے لیے اس کا نظرانداز کرنا کسی طرح ممکن نہیں اور اسی ضمن میں اکابر تابعینؒ کی تفسیر آتی ہے جنہوں نے صحابہ کرامؓ سے قرآن کریم کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی تھی، اس لیے مفسر پر لازم ہے کہ وہ صحابہؓ و تابعینؒ کی تفسیر کے خلاف نہ چلے۔

چوتھی شرط: مفسر کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اہل حق کے عقائد و اعمال اور اخلاق کا پابند نہ ہو، "الِاتقان" میں امام ابوطالب طبریؒ سے نقل کیا ہے: ترجمہ: "مفسر کے شرائط میں سے ایک یہ بھی ہے کہ پہلے تو اس کا عقیدہ صحیح ہو، دوسرے وہ سنت دین کا پابند ہو، کیونکہ جو شخص دین میں مخدوش ہو کسی دنیوی معاملے میں بھی اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا تو دین کے معاملے میں اس پر کیا اعتماد کیا جائے گا؟ پھر ایسا شخص اگر کسی عالم سے دین کے بارے میں کوئی بات نقل کرے اس میں بھی وہ لائق اعتماد نہیں، اسرارِ الٰہی کی خبر دینے میں تو کیا لائق اعتماد ہوگا۔ نیز ایسے شخص پر اگر الحاد کی تہمت ہو تو اس کے بارے میں یہ اندیشہ ہے کہ وہ تفسیر لکھ کر کوئی فتنہ نہ کھڑا کردے اور لوگوں کو اپنی چرب زبانی و مکّاری سے گمراہ کرے۔" (الاتقان، نوع:۷۸) **پانچویں شرط**: ہر قسم کی بدعت و کجروی سے مفسر کے ذہن کا پاک ہونا بھی ضروری ہے، ورنہ اس کی تفسیر ناقابل اعتماد ہوگی، کیونکہ وہ قرآن کریم کو اپنی بدعت کے رنگ میں ڈھالنا شروع کردے گا، نام تو ہوگا تفسیر قرآن کا، لیکن جو کچھ وہ لکھے گا وہ قرآن کریم کی تفسیر نہیں ہوگی، بلکہ اس کے بدعت آلود ذہن کا بخار ہوگا، اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں پر فہم قرآن کو حرام کردیا ہے جو بدعت وخواہش نفسانی کا چشمہ لگا کر قرآن کریم کا مطالعہ کرتے ہیں۔ "الاتقان" میں امام زرکشی کی "البرہان" سے نقل کیا ہے: "جاننا چاہیے کہ قرآن کریم کا مطالعہ کرنے والے پر وحی کے معانی ظاہر نہیں ہوتے اور اس پر وحی کے اسرار نہیں کھلتے، جبکہ اس کے دل میں بدعت ہو یا تکبر ہو یا اپنی ذاتی خواہش ہو یا دنیا کی محبت ہو یا وہ گناہ پر اصرار کرنے والا ہو یا اس کا ایمان پختہ نہ ہو یا اس میں تحقیق کا مادہ کمزور ہو، یا وہ کسی ایسے مفسّر کے قول پر اعتماد کرے جو علم سے کورا ہو، یا وہ قرآن کریم کی تفسیر میں محض عقل کے گھوڑے دوڑاتا ہو، یہ تمام چیزیں فہم قرآن سے حجاب اور مانع ہیں، ان میں بعض دوسری بعض سے زیادہ قوی ہیں۔" (الاتقان، ج:۲، نوع:۷۸، ص:۸۱) **چھٹی شرط**: تفسیر بالرائے جس طرح مفسّر کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے خیالات وافکار سے خالی الذہن ہو کر یہ سمجھنے کی کوشش کرے کہ اس آیت میں قرآن کریم کی دعوت کیا ہے، اور کن کن مسائل پر روشنی ڈالی جارہی ہے، خود اپنے خیالات وافکار قرآن کریم میں ٹھونسنے کی کوشش نہ کرے، اسی طرح اس کا یہ بھی فرض ہے کہ تفسیر بالرائے سے اجتناب کرے، کیونکہ تفسیر بالرائے حرام ہے اور اس پر سخت وعید آئی ہے، آنحضرتؐ کا ارشاد گرامی ہے (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ، ص:۳۵) ترجمہ: "جس شخص نے قرآن میں اپنی رائے سے کوئی بات کہی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے اور ایک روایت میں ہے کہ جس شخص نے بغیر علم کے قرآن میں کوئی بات کہی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے۔" ایک اور حدیث میں ہے "جس شخص نے قرآن میں اپنی رائے سے کوئی بات کہی اس نے اگر ٹھیک کیا تب بھی غلط کیا۔" (رواہ الترمذی وابوداؤد)

علم تفسیر کی ضرورت اس لیے ہے کہ یہ قرآنِ مجید کے حقیقی مفہوم کو سمجھنے، اس کے احکام اور اخلاقی اصولوں کو جاننے میں مدد دیتا ہے۔ اس کی اہمیت کی وجہ یہ ہے کہ یہ قرآنی آیات کو درست طریقے سے سمجھنے، ان سے زندگی کے لیے رہنمائی حاصل کرنے اور غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے ضروری ہے۔

علم تفسیر کی ضرورت: قرآن فہمی: یہ علم قرآنِ مجید کے متن کو اصل مقاصد کے ساتھ سمجھنے میں مدد دیتا ہے، جس سے قرآنی آیات کا اصل مطلب واضح ہوتا ہے۔ **احکام کا استخراج:** اس علم کے ذریعے قرآنی آیات سے احکام اخذ کیے جاتے ہیں، جن کی بنیاد پر زندگی کے مختلف پہلوؤں پر رہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔ **نورانی تشریح:** یہ علم قرآنی آیات کو شرعی، اخلاقی اور تاریخی تناظر میں سمجھنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔

علم تفسیر کی اہمیت: اخلاقی رہنمائی: علم تفسیر کے ذریعے ہمیں معاشرتی تربیت، اخلاقی اقدار اور انصاف، محبت، امن اور اتحاد جیسے اخلاقی اصولوں کی پیروی کرنے کی رہنمائی ملتی ہے۔ **تاریخی واقعات کی تفہیم:** یہ علم قرآنی تاریخی واقعات کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے اور ان کو ان کے تاریخی سیاق وسباق سے جوڑتا ہے۔ **غلط فہمیوں کا خاتمہ:** قرآنی آیات کے غلط مفہوم یا تشریحات سے بچنے کے لیے علم تفسیر بہت ضروری ہے، کیونکہ یہ آیات کو صحیح سیاق وسباق میں بیان کرتا ہے۔

نوٹ: مندرجہ بالا تحریر میں علم تفسیر کی اہمیت وضرورت، تعریف تفسیر و تاویل بمع صورتوں کے، مفسر کے لئے لازمی علوم اور مفسر کی شرائط و ماخذ و مصادر تفسیر کے اہم ذریعہ و آداب تفسیر کو ذکر کیا گیا ہے۔ مزید محاضرات قرآنی خطبہ ششم سے استفادہ کریں۔

مشہور مفسرین صحابہ کرام اور عہد صحابہ کے ماخذ تفسیر:

عہد نبوت: عہد نبوت سے عہد حاضر تک قرآن مجید کی تفسیر کئی مراحل سے گزری ہے۔ ہر ایک مرحلہ میں مفسرین حضرات اپنے اپنے اغراض و مقاصد کے پیش نظر نئے نئے انداز میں کام کرتے رہے ہیں۔ یہی اغراض و مقاصد دراصل تفسیر نویسی میں تنوع کا سبب بنتے رہے اور نتیجہ کے طور پر کئی کئی جلدوں پر مشتمل تفسیریں عالم وجود میں آتی رہیں۔ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے اور انشاءاللہ تا قیامت جاری رہے گا۔ یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے عہد مبارک سے عہد صحابہ کے زمانہ تک علم تفسیر کے ارتقائی مراحل اور ہر ایک مرحلہ کی تفسیری خصوصیات کو بالاختصار بیان کیا جاتا ہے۔

عہد نبوت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم میں تفسیر کا ارتقاء: نبوت کے مبارک عہد میں تفسیر قرآن کا اسلوب یہ تھا کہ "اگر کسی آیت کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے وضاحت کی ضرورت محسوس فرمائی تو اللہ تعالی کی منشاء و مراد بتا دی یا کسی کو کوئی اشکال پیش آیا تو رسول صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سے پوچھ کر تشفی کر لی اور وہ آیات جن کا تعلق عمل سے ہے اسے حضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے کر کے بتا دیا"۔ اس عہد میں مفسر اور تفسیر کا اطلاق حضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی ذات طیبہ اور آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر ہوتا ہے، چنانچہ مولانا بلخی علماء کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ: " عہد نبوت میں اسوہ نبویہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم بمنزلہ تفسیر قرآن کے تھا"۔ مطلب یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا ہر ارشاد اور آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا ہر عمل قرآن کی تفسیر و تشریح تھا۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی حیات طیبہ محض ایک بشر کی زندگی نہ تھی بلکہ دراصل وہ آیات قرآنیہ کی چلتی پھرتی تصویر تھی۔ قرآنی ہدایات وتعلیمات کے متشکل ہو جانے کا نام اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم ہے اور اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا

دوسرا نام تفسیر قرآن ہے"۔ اس ضمن میں عبد الصمد صارم علماء کے حوالے سے لکھتے ہیں:" قرآن مجید کے مفسر اول حضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم اور پہلی تفسیر حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم ہے"۔

امام شافعی نے فرمایا ہے کہ:" حضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا استنباط قرآنی آیات سے کیا ہے"۔ ابن جرجانی کا قول ہے کہ:" جس قدر صحیح حدیثیں ہیں ان کی اصلیت قرآن میں بجنسہ یا قریب قریب موجود ہے۔ اس وجہ سے اکثر صحابہ کا یہ طرز تھا کہ جب کوئی حدیث بیان کرے تو تصدیق و توثیق کے لیے آیت پڑھے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے اس مبارک دور میں حدیث کے جو مجموعے تحریر ہوئے ان میں سے " ہر مجموعہ قرآن کو تفسیر ہے، (مثلاً کتاب الصدقہ خود حضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے حضرت ابو بکر بن حزم صحابی کو لکھائی۔ یہ دو صفحہ کا رسالہ تھا، اس میں زکوۃ کے احکام تھے گویا آیات زکوۃ کی تفسیر تھی۔ اس کی نقول دیگر امراء کو بھی بھیجی گئی"۔ " حضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے حضرت وائل بن حجر صحابی کو نماز، روزہ، ربا، شراب وغیرہ کے احکام لکھا دیتے تھے گویا یہ آیات صوم وصلوۃ وغیرہ کی تفسیر تھی"، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے عہد میں جو کچھ لکھا گیا وہ سب حدیثوں کا ذخیرہ تھا، گویا خالص تفسیر کے نام سے کوئی مجموعہ نہ تھا"۔ مختصر یہ ہے کہ:" حضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی زندگی کا سارا نبوی دور قرآن کریم کی تفسیر کا دور ہے۔ کیونکہ اس سارے دور میں قرآن حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوتا رہا اور آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے ساتھ ساتھ ہی نزول آیات کا مطلب و مدعا لوگوں کو بیان کر کے سناتے رہے اور ہدایت کا پیغام دیتے رہے"۔

عہد صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں تفسیر کا ارتقاء: جہاں تک عہد صحابہ رضی اللہ عنہم کا تعلق ہے تو اس میں " قرآنی علوم اور تفسیر" کے پیشوا دس صحابہ مانے گئے ہیں۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں: حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ، خواتین میں سے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ سے تفسیری اقوال مروی ہیں۔

تفسیری منابع وماخذ: تفسیری منابع یعنی مصادر و مآخذ کے حوالے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد کا اطلاق اس زمانے پر بھی ہو گا جسے انھوں نے مفسر اول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حیات مبارکہ میں گزارا اور اس وقت پر بھی ہو گا جسے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رخصت ہو جانے یعنی 11 ہجری کے بعد گزارا ہے۔ گویا یہ عہد نبوت اور عہد صحابہ دونوں کو شامل ہے۔ مگر جب عہد خلفائے راشدین کہا جائے تو اس کا اطلاق صرف 11 ہجری سے 40 ہجری تک کے زمانے پر ہو گا۔ قرآنی آیات کی تفسیر کرنے کے لیے صحابہ کرام جن منابع پر اعتماد کرتے تھے علماء نے ان کی تعداد چار بیان کی ہے: قرآن مجید، نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، اجتھاد و قوت استنباط، کلام و لغت عرب، اہل کتاب (اسرائیلیات)

قرآن مجید: کیونکہ قرآن مجید کی بعض آیات بعض کی تفسیر کرتی ہیں۔ جیسے کہ لیلۃ المبارکہ نے مراد لیلۃ القدر ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم: ان کی بابت قرآن مجید میں موجود ہے " بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ "۔ دلیلیں اور

کتابیں دے کر (بھیجا تھا) اور ہم نے تم پر بھی یہ کتاب نازل کی ہے تا کہ جو (ارشادات) لوگوں پر نازل ہوئے ہیں وہ ان پر ظاہر کر دو اور تا کہ وہ غور کریں (سورۃ نحل:44)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے قرآنی آیات کی تفسیر کی درج ذیل اسالیب فرمائی: مجمل یا مشکل آیات کی توضیح، عام آیات کی تخصیص اور مطلق کی تقیید کی۔ الفاظ آیات کی تشریح کی جیسے مغضوب علیھم سے مراد یہودی اور الضالین سے مراد عیسائی ہیں۔ قرآنی احکام سے زائد احکام بیان کیے جیسے صدقہ فطر کا حکم، پھوپھی، بھتیجی، خالہ، بھانجی سے بیک وقت نکاح کی ممانعت اور شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنے کا حکم وغیرہ۔ ناسخ و منسوخ آیات کی نشاندہی فرمائی جیسے کہ وارث کے حق میں آیت وصیت کو حکما منسوخ کیا۔ قرآن مجید میں مذکور حکم کی تائید و تاکید فرمائی جیسے "یَا أَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا" مومنو! ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ ہاں اگر آپس کی رضامندی سے تجارت کا لین دین ہو (اور اس سے مالی فائدہ حاصل ہو جائے تو وہ جائز ہے) اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو کچھ شک نہیں کہ خدا تم پر مہربان ہے (سورۃ النساء:29) کی تائید میں فرمایا": لا یحل مال امریء مسلم الا بطیب نفسہ "مسلمان کا مال اس کی رضامندی کے بغیر حلال نہیں۔

(3 اجتھاد و قوت استنباط: جن آیات کی تفسیر میں فکر و نظر کی ضرورت ہوتی تو ان کی تفسیر کرنے میں متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی رائے و اجتھاد پر اعتماد کرتے اور اس اسلوب میں درج ذیل اسلوب کی مدد لیتے: عربی زبان کے اوضاع و اسرار کی معرفت۔ عربوں کی عادت سے متعلقہ آیات کی تفسیر میں ان کی عادت کی معرفت جیسے ": إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِّيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ زُيِّنَ لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ "امن کے کس مہینے کو ہٹا کر آگے پیچھے کر دینا کفر میں اضافہ کرتا ہے اس سے کافر گمراہی میں پڑے رہتے ہیں۔ ایک سال تو اس کو حلال سمجھ لیتے ہیں اور دوسرے سال حرام۔ تاکہ ادب کے مہینوں کو جو خدا نے مقرر کئے ہیں گنتی پوری کر لیں۔ اور جو خدا نے منع کیا ہے اس کو جائز کر لیں۔ ان کے برے اعمال ان کے بھلے دکھائی دیتے ہیں۔ اور خدا کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا (سورۃ التوبہ:37)" يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَن تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِن ظُهُورِهَا وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَىٰ وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ "لوگ تم سے نئے چاند کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ گھٹتا بڑھتا کیوں ہے) کہہ دو کہ وہ لوگوں کے (کاموں کی میعادیں) اور حج کے وقت معلوم ہونے کا ذریعہ ہے اور نیکی اس بات میں نہیں کہ (احرام کی حالت میں) گھروں میں ان کے پچھواڑے کی طرف سے آؤ۔ بلکہ نیکوکار وہ ہے جو پرہیز گار ہو اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آیا کرو اور خدا سے ڈرتے رہو تاکہ نجات پاؤ (سورۃ بقرہ: 189) یہود و نصاری کے متعلق نازل ہونے والی آیات کی تفسیر میں اس وقت موجود اہل کتاب کے احوال کی معرفت کہ اس سے ان کے فہم میں بڑی مدد ملتی ہے۔ نہایت پوشیدہ مفہوم والی آیات کے لیے خداداد قوت فہم اور وسعت ادراک کی صلاحیت جیسے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔

(4 اہل کتاب: چوتھا مصدر اہل کتاب تھے کیونکہ بعض مسائل میں قرآن مجید، تورات اور انجیل میں موافقت ہے۔ تحریف کے پیش نظر اس مصدر کی اہمیت بہت کم ہے۔ عہد صحابہ کی مکتوبہ تفسیریں:

مصادر سے پتہ چلتاہے کہ عہد صحابہ میں دو تفسیروں کو کتابی صورت میں مدون کیا گیا تھا۔ تفسیر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، تفسیر عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

تفسیر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ: مولانا محمد عبد الحلیم چشتی کی تحقیق کے مطابق یہ تفسیر عہد صحابہ کی سب سے پہلی تفسیر ہے۔ وہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: "پہلی صدی ہجری میں قرآن کی تفسیر سب سے پہلے ابی بن کعب نے لکھی تھی۔ موصوف کا انتقال عہد فاروقی میں ہوا تھا، جس سے یہ ثابت ہے کہ یہ عہد فاروقی یا عہد صدیقی کی تالیفات میں سے ہے۔ مشہور مفسر ابن جریر طبری اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیروں میں اس سے بکثرت روایتیں کی ہیں۔ اسی طرح ابو عبد اللہ الحاکم اپنی مستدرک میں اور امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں اس سے روایات بیان کرتے ہیں"۔ حاکم نے 405 ہجری میں وفات پائی، اس لیے یہ تفسیر پانچویں صدی تک ضرور موجود تھی۔

تفسیر عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما: یہ عہد صحابہ میں کتابی صورت میں مدون ہونے والی دوسری تفسیر ہے۔ اسکے متعلق امام احمد بن حنبل کے حوالے سے ابو الخیر طاش کبری لکھتے ہیں کہ: "امام احمد بن حنبل نے فرمایا تفسیر میں ایک صحیفہ مصر میں موجود ہے جس کو علی ابن طلحہ روایت کرتے ہیں۔ اگر کوئی اس کی طلب میں مصر سفر کرے تو کوئی بڑی بات نہیں۔ اور یہ وہ نسخہ ہے جس پر امام بخاری نے اپنی تمام صحیح روایات کو بیان کیا ہے اور علی ابن طلحہ اور ابن عباس میں صرف ایک واسطہ ہے اور وہ مجاہد یا سعید ابن جبیر کا ہے۔ حافظ ابن حجر کا بیان ہے کہ واسطہ معروف اور ثقہ ہے تو پھر روایت کرنے میں کوئی نقصان نہیں"۔

اسلوب: ان دونوں تفسیروں کے اسلوب کے بارے میں مولانا افتخار احمد بلخی لکھتے ہیں: "صحابہ کرام سے قرآن کی جو تفسیریں منقول ہیں اور بعض کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دو تحریری طور پر قلمبند کی گئی تھیں۔ ایک تفسیر عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دوسری ابی بن کعب کی۔ ان کا بیشتر حصہ قرآن کے مفرد اور غریب الفاظ کی تشریح سے تعلق رکھتا ہے۔ یا آیات احکام سے متعلق کوئی حدیث معلوم نہ ہوتی تو وہی ان آیات کی توضیح اور تشریح میں بیان کر دیتے اور اگر کوئی حدیث انہیں معلوم نہ ہوتی اور وقت کا تقاضا ہوتا تو پھر خود ہی فقہی نقطہ نظر سے ان کی تشریح کر دیتے مگر ایسا بہت کم ہوتا۔ رہے اعتقادی مسائل اور اسرار کائنات سے متعلق تفسیریں تو اس باب میں صحابہ سے بہت کم چیزیں منقول ہیں"۔

ان تفاسیر کی خصوصیات: علماء کرام کے بیان کردہ تفسیری خصائص سے بھی اس کی اسلوب کا پتا چلتا ہے۔ اس دور میں قرآن مجید کی پوری تفسیر بیان نہیں کی گئی۔

صرف مشکل اور اجمالی آیات کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ صحابہ کرام نے قرآن مجید کے اجمالی معانی پر اکتفا کیا ہے۔ قرآنی مجید کے معانی کے فہم میں بہت کم اختلاف ہے۔ صحابہ کرام لغوی معنی کی توضیح پر اکتفا کرتے ہیں۔ متحد العقیدہ ہونے اور مذہبی اختلافات کے عدم وجود کی وجہ سے صحابہ کرام شاذ و نادر ہی فقہی احکام کا استنباط کرتے ہیں۔ اس بحث سے جو چیز سمجھ میں آتی ہے وہ یہ کہ اس دور کی تفسیر کا اسلوب سادہ تھا۔ یہ تفسیری دور کی ابتدا تھی اور ابتدا میں کسی کام کی نوعیت ہوتی ہے اس سے اہل عقل و دانش بخوبی آگاہ ہیں۔

مندرجہ ذیل مفسرین کا مختصر تعارف:

حضرت مجاہد بن جبیر: مشہور تابعی، مفسر اور محدث تھے۔ ان کی کنیت ابو الحجاج تھی اور ان کا نام مجاہد بن جبیر المخزومی تھا۔ وہ مکہ میں تفسیر پڑھاتے تھے اور علم تفسیر، حدیث اور قرأت میں ان کا شمار ان کے زمانے کے ممتاز ترین علماء میں ہوتا تھا۔ آپ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے تفسیر کا علم حاصل کیا اور ان سے قرآن کا پورا تیس مرتبہ دورہ کیا تھا۔

اہم خصوصیات: نسب: ان کا نام مجاہد بن جبیر المخزومی ہے، اور ان کی کنیت ابو الحجاج ہے۔ ولادت: ان کی پیدائش ۲۱ھ عہد فاروقی میں ہوئی۔ علمی خدمات: تفسیر: حضرت عبد اللہ بن عباس سے تفسیر حاصل کی اور انہیں تفسیر کے سب سے بڑے عالموں میں شمار کیا جاتا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ کو 33 مرتبہ قرآن کریم معنی و مفہوم سمجھنے کے ساتھ سنایا اور 36 برس تک حضرت ابن عباس کے منصب پر درس دینے کی سعادت حاصل کی۔ امام بخاریؒ اور امام شافعیؒ نے صحیح بخاری کی کتاب التفسیر، کتاب الاحکام القرآن، الاحکام الاحادیث، اختلاف الحدیث میں ان کی مرویات اپنی کتب احادیث میں بیان کی ہیں۔ حدیث: وہ حدیث کے بھی نہایت مشہور حافظ تھے اور بڑے بڑے محدثین نے ان سے علم حدیث حاصل کیا۔ اخلاص: علم حاصل کرنے میں ان کا مقصد خالصتاً اللہ کی رضا تھا۔ وفات: ۱۰۴ھ میں سجدے کی حالت میں وفات پائی۔ تفسیر مجاہد بن جبیر ادارہ تحقیقات اسلامی کی کے مولانا عبد الرحمان طاہر سورتی کی تحقیق شدہ قطری حکومت کے تعاون سے شائع ہوئی۔

حضرت عبد المالک اصمعی : نامور عرب ادیب، عالم، اور ماہر لسانیات تھے۔ وہ عربی زبان، اس کے لغات، اشعار اور تاریخ کا ایک بے مثال ذخیرہ جمع کرنے کی وجہ سے مشہور تھے۔ ان کے علمی کارناموں میں قدیم شعرا کا کلام "اصمعیات" کے عنوان سے جمع کرنا اور مختلف علمی موضوعات پر تحقیق شامل ہے، جس کی وجہ سے بعض اوقات انہیں سائنس کا بانی بھی کہا جاتا ہے۔

اہم کارنامے اور پہچان: لسانیات اور ادب: عربی لغت کے بے نظیر ماہر مانے جاتے ہیں۔ قبائل عرب کے ساتھ رہ کر لغات، اشعار اور تاریخی واقعات کا بے پایاں ذخیرہ جمع کیا۔ قدیم شعرا کا کلام "اصمعیات" کے عنوان سے جمع کر کے شائع کیا۔ ان کی لغوی خدمات کا مقصد اصلی یہ تھا کہ قرآن کریم کے اعجاز غلوی کو معلوم کر کے اس سے استفادہ کرنے کی صورتوں کو آسان بنا کر پیش کر دیا جائے۔ روم کے حاکم نے مسلمان بادشاہ سے ان کی خدمات غیر معمولی ذہانت کی بدولت منہ مانگی قیمت پر طلب کرنے کی خواہش ظاہر کی۔

تعلیم اور سائنس: خلیفہ ہارون الرشید نے انہیں بغداد طلب کیا اور اپنے بیٹے امین الرشید کا اتالیق مقرر کیا۔ علم حیوانات، نباتات اور انسانی ارتقاء پر تحقیق کی۔ پیدائش اور وفات: ان کی تاریخ پیدائش 123ھ اور وفات 216ھ ہے۔ بصرہ میں پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم حاصل کی۔

محمد بن جریر طبری: مشہور اسلامی سکالر تھے جن کی وجہ شہرت ان کی دو عظیم تصانیف ہیں: تفسیر طبری (جامع البيان عن تأويل آي القرآن) اور تاریخ طبری (تاریخ الرسل والملوک)۔ وہ عباسی دور میں پیدا ہوئے تھے اور طبرستان (موجودہ ایران کے صوبہ مازندران) سے تعلق رکھتے تھے، اور انہوں نے فقہ شافعی کی پیروی کی۔ پیدائش: 224 ہجری بمطابق 838 عیسوی میں طبرستان کے شہر آمل میں۔ تعلیم: کم عمری میں ہی قرآن حفظ کیا اور پھر علم کی تلاش میں کوفہ، بصرہ، اور مصر کے سفر کیے۔ ان کا تعلق شافعی فقہ سے تھا، لیکن ان کی آراء کی بنیاد پر ایک الگ مسلک بھی شروع ہوا۔ تصانیف: ان کی سب سے مشہور کتابیں "تفسیر طبری" (جامع البيان عن تأويل آي القرآن) اور "تاریخ طبری" (تاریخ الرسل والملوک) ہیں۔ تفسیر طبری ایک جامع تفسیر قرآن ہے جس میں تفسیر بالقرآن، تفسیر بالسنہ، تفسیر باقوال صحابہ و تابعین کے ساتھ اعجازات لغت و قرأت کا بیان بھی شامل ہے، امام طبری نے روایات کو بغیر تحقیق کے یکجا کر دیا ہے، روایات میں فحص و تمحیص کا فریضہ قاری پر

چھوڑا ہے۔ تیسری صدی کے بعد کے سبھی مفسرین ان کی تفسیر سے خوشہ چینی کرتے ہیں۔ امام طبری فقہ میں اصول ہائے قوانین میں تقابل کے موجد بھی ہیں۔ ان کی ایک کتاب اختلاف الفقہاء کا ایک حصہ یہودی مستشرق جوزف شاخت نے شائع کیا ہے۔ وفات: 310 ہجری بمطابق 923 عیسوی میں۔ مذہب: وہ فقہ شافعی کے پیروکار تھے، تاہم بعد میں ان کی رائے کی بنیاد پر ایک مسلک بھی شروع ہوا۔ نام میں ابہام: محمد بن جریر نام کے کئی لوگ ہیں، جن میں سے ایک شیعہ عالم بھی ہیں جو تاریخ اور تفسیر کے سنی مصنف ابن جریر طبری سے ممتاز ہیں۔

سید قطب(1906–1966) : ممتاز مصری اسلامی مفکر، ادیب اور اخوان المسلمین کے اہم رہنما تھے، جو اپنی تحریروں، خاص طور پر جہاد کے بارے میں اپنے خیالات کی وجہ سے مشہور ہیں۔ آپ نے قاہرہ یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی، بعد میں اسی یونیورسٹی کے پروفیسر اور وزارت تعلیم کے انسپکٹر بھی رہے۔ آپ اخوان المسلمین میں شامل ہوئے اور بالآخر 1966 میں ان کی پھانسی ہو گئی۔ ابتدائی زندگی اور تعلیم: سید قطب 1906 میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گاؤں میں حاصل کی اور بعد میں قاہرہ یونیورسٹی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ وہیں پروفیسر اور وزارت تعلیم کے انسپکٹر کی حیثیت سے کام کیا۔ مذہبی اور سیاسی زندگیبعد میں اخوان المسلمین میں شامل ہو گئے اور تادم آخر اسی تنظیم سے وابستہ رہے۔ ان کے نظریات نے "قطبیت" کی بنیاد رکھی، جو جہاد کی ایک خاص قسم ہے۔ قطبیت نے اسلامی ریاستوں کے خلاف مسلح جدوجہد کی حمایت کی، جسے وہ ایک ذاتی اور غیر ریاستی تشریح سمجھتے تھے۔ یہ نظریات اصل اسلامی فقہ سے مختلف ہیں۔ وفات مصری حکومت کے خلاف سازشوں کے بے بنیاد الزام میں انہیں 1966 میں گرفتار کیا گیا۔ 25 اگست 1966 کو انہیں پھانسی دی گئی۔

بیسویں صدی کے عربی مفسر قرآن ہیں کہ انہوں نے دوران اسیری بغیر مصادر و مراجع اور معاون کتب کے قرآن کریم کی تفسیر احساسات و جذبات ایمانی پر مبنی انداز سے لکھی کے ایک ادیب نے کہا ہے کہ بیسویں صدی میں اس سے بہتر جاندار و جامع تفسیر نہیں لکھی گئی، تفسیر فی ظلال القرآن نہایت جامع اور مانع تفسیر ہے جس میں مفسر نے اسلام کے اسس و بنیادوں کو پوری قوت سے بیان کیا، تفسیر میں سائنسی و بلاغی اور ادبی پہلو نمایاں ہیں، تفسیر کی زبان میں غیر معمولی ادبیت، انداز خطابت و قلمکاری کا عجب انداز اختیار کیا گیاہے۔ اس تفسیر کا جماعت اسلامی کے رہنمامعروف عالم دین سید معروف شاہ شیر ازیؒ نے اردو میں ترجمہ کیا۔